OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

قیاس کے بارے میں کیے گئے کام کا علمی اور تحقیقی جائزہ

A Scholarly and Research Review of the Work done on *Qiyās*

Abdul Haq

Lecturer department of Islamic Studies, GPGC Miranshah NWTD

Sadar shaheed

Lecturer department of Islamic Studies, GPGC Miranshah NWTD

Abstract

Islam is a complete and comprehensive code of life. All the problems of life are covered by its teachings. Islam does not leave a person alone at any point of life, rather it guides him completely. However, the rules of Islam are of two types: (1)Mansoos : The clear solution of which is in the Quran and *Sunnah*. (2)Ghair Mansoos: the Clear solution of which is not in the Qur'an and *Sunnah*. The principle of *Itehad* is applied to the second type of solution. Analogy (Qiyas) is one of these sources. Through qiyas unspecified problems are solved. Qiyas is the fourth important source of Islamic *Shariah*. It enjoys paramount status after the *Holy Quaran,Hadith* and *Ijma e Umah.* Qiyas literally means destiny,the term Analogy on the Basis of common causation ,and issuance of Mansoos order in ghair mansoos،order , or issuing a command clearly stated in the Quran and *sunnah* and something that doesn't have a command in Quran and *sunnah,*or drawing a comparison in order to show similarities in some aspects .For this very reason ,the teachings not found in the Quran ,*sunnah* and *ajmah* can be found in Qiyas. So, in this regard, nobody is allowed to do qiyas in matters of religion, it requires high qualifications. That ability is the name of strong access to the Qur'an

CC BY

and *Sunnah,* those who have these qualifications, are actually mujtahids and a common man who is not well versed in *Sharia* is not entitled to do Qiyas in this matter.

Keywords: *Qiās,* work, research, scholarly, review

تمہید

اسلام کی رو سے قیاس شرعی احکام کا چوتھا ماخذ ہے جس کو اپنائے بغیر ہی تمام مسائل کا حل بظاہر ناممکن نظر آتا ہے اس لئے اس کا استعمال حضرات صحابہ کرام کے دور پر آشوب میں اور بعد ازاں تقریباً ہر زمانہ میں جید اکابر علماء کرام نے پیش آنے والے کئی مسائل کا قیاس کے ذریعے ہی استنباط کیا۔ قیاس اصل میں انسان کی ایک فطرت ہے کوئی بھی فطرت سلیمہ رکھنے والا سمجھدار انسان اس کا سرے سے انکار نہیں کر سکتا ہے۔ روئے زمین پر ایسے بے شمار واقعات دیکھنے کو ملتے ہیں۔ جہاں ہر انسان ایک واقعہ کو دیکھ کر اس سے ملتے جلتے واقعات کا حکم سیکھتا رہتا ہے۔ اگر قیاس کو کسی بھی صورت دلیل شرعی کے طور پر تسلیم نہ کیا جائے تو ان مسائل جن کا تذکرہ قرآن و سنت میں موجود نہیں ان پر عمل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ اصل میں ان تمام مسائل کا حکم قرآن و سنت میں کہیں بھی واضح انداز میں موجود نہیں سو اس کا مطلب یہ ہو کہ قیاس کا سرے سے انکار کرنے سے دین اسلام میں ایک ڈیڈ لاک پیدا ہوتا ہے "دین اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے "یہی بات تب مکمل صادق آتی ہے جب قیاس سے کسی مسئلے کا حکم معلوم کرنے کو ایک حقیقت کے طور پر مستقل تسلیم کیا جائے۔

قیاس کی لغوی و اصطلاحی تعریف

لغت میں قیاس کسی چیز کے بارے میں اندازہ لگانے کو کہتے ہیں **قست الارض بالقصبة** میں نے زمین کو ناپنے والے لکڑی سے ناپ دیا۔ قیاس کی اصطلاحی تعریف کے بارے میں علماء کے اقوال زیب قرطاس کی جاتی ہیں۔ امام ابو ہاشمؒ اس حوالے سے فرماتے ہیں:"**وَقَالَ أَبُو هَاشِمٍ: حَمْلُ الشَّيْءِ عَلَى حُكْمِهِ وَإِجْرَاءُ حُكْمِهِ عَلَيْهِ**".[1] قیاس کسی بھی چیز کو اس کے غیر پر محمول کرنے اور اس (چیز) پر حکم جاری کرنے کو کہتے ہیں۔ علامہ قاضی عبد الجبار معتزلی اس حوالے سے قیاس کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:"**حَمْلُ الشَّيْءِ عَلَى الشَّيْءِ فِي بَعْضِ أَحْكَامِهِ بِضَرْبٍ مِنْ الشَّبَهِ**" ،[2] ایک چیز کا دوسرے چیز پر بعض احکام کے اعتبار سے حمل کرنا با اعتبار مشابہت (کہ ان احکام میں یعنی منصوصی اور غیر منصوصی احکام میں مشابہت پائی جاتی ہے) علامہ تاج الدین سبکیؒ فرماتے ہیں:"**وهو حَمْلُ مَعْلُومٍ عَلَى معلومٍ لِمُسَاوَاتِهِ فِي عِلَّةِ حُكْمِهِ عِنْدَ الحَامِلِ**" ،[3] قیاس کا مطلب ہے کہ کسی بھی معلوم حکم کو حکم کی علت میں تساوی پائے جانے کی وجہ سے کسی دوسرے چیز پر جاری کرنے کو کہتے ہیں قاضی بیضاویؒ لکھتے ہیں:" **وهو إثبات حكم معلوم في معلوم آخر لاشتراكهما في علة الحكم عند المثبت**"[4] (قیاس) یہ ایک معلوم حکم دوسرے معلوم حکم میں اشترک کی وجہ سے ثابت کرنے کو کہتے ہیں۔ علامہ آمدیؒ (م632ھ) اور علامہ ابن الحاجب (م646ھ) قیاس کی تعریف کچھ یوں کرتے ہیں:"**والمختار منها عند الآمدي وابن الحاجب أنه مساواة فرع لأصل في علة حكمه**" ،[5] یعنی قیاس کسی بھی حکم کی علت میں فرع اور اصل کے درمیان مساوات کا نام ہے۔ علامہ بدر الدین زرکشیؒ لکھتے ہیں" کہ قیاسِ شرعی اصولِ شرع کی ایک ایسی مہتم بالشان اصل ہے جس کے ذریعہ "غیر منصوص مسائل" کا حل تلاش کیا جاتا ہے۔"[6] صاحب اصول الشاشی علامہ نظام الدین ابو علی احمد بن محمد بن اسحاق الشاشیؒ (م344ھ) قیاس کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں

:"هُوَ ترتّب الحكم فِي غير الْمَنْصُوص عَلَيْهِ على معنى هُوَ عِلّة لذَلِك الحكم فِي الْمَنْصُوص عَلَيْهِ" [7] قیاس شرعی یہ حکم کا مرتب ہونا ہے غیر منصوص علیہ میں ایسی معنی پر کہ وہ اسی حکم کی علت ہو۔ امام شافعیؒ قیاس کی تعریف کچھ یوں کرتے ہیں۔"**والقياس ما طُلب بالدلائل على موافقة الخبر المتقدم، من الكتاب أو السنة؛ لأنهما عَلَمُ الحق المفتَرَضِ طَلَبُهُ، كطلب ما وَصَفتُ قبله، من القبلة والعدل والمثل**" .[8] قیاس کا مطلب ہے کہ کہ قرآن مجید میں جو احکام موجود ہیں ان کے مطابق دلائل کے ذریعے احکام شرعی کو تلاش کیا جائے کیونکہ یہ دونوں اس حق کی بنیادی نشانیاں ہیں جس کی تلاش کرنا فرض ہے اور اس حوالے سے امثال بیان کرچکا ہوں جیسا کہ سمتِ قبلہ کی تلاش، شاہد عادل اور مقتول شکار کے مساوی کوئی بھی فالتو چوپایہ۔ امام شافعیؒ کا مذکورہ تعریف سے مقصد یہی ہے کہ کہ جس طرح قرآن وحدیث میں ذکر کردہ منصوصی احکام کا جاننا ہم پر فرض ہے بالکل اسی طرح قیاس کے ذریعے احکام مستنبط کرنا بھی ہم پر فرض ہے اَبو علي الحسن بن شهاب بن الحسن بن علي بن شهاب العكبريّ الحنبلي (المتوفى: 428ھ) قیاس کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں :"**الْقيَاس وَهُوَ رد الْفَرْع إِلَى الأَصْل بعلة جَامِعَة بَينهمَا**" [9] قیاس سے مراد فرع کو اصل کی جانب پہنچانا ایسی علت کے ساتھ جو دونوں میں مشترک ہو۔ سعد الدين مسعود بن عمر التفتازاني (المتوفى: 793ھ) "شرح التلويح على التوضيح میں لکھتے ہیں :**أَنَّهُ تَعْدِيَةُ الْحُكْمِ مِنْ الْأَصْلِ إلَى الْفَرْعِ بِعِلَّةٍ مُتَّحِدَةٍ لَا يُدْرَكُ بِمُجَرَّدِ اللُّغَةِ** [10] قیاس کسی بھی حکم کو اصل (مسئلہ) سے فرع کی طرف ایسی علت کے ساتھ متعدی کرنا جو کہ متحد ہو اور اس کا ادراک صرف لغت سے ناممکن ہو۔ قیاس کی بہترین تعریف جو اس وقت منظر عام پر آگئی ہے دورِ جدید کا نامور مصری عالم دین محمد ابوزہرہ کی ہے۔**بانه الحاق امر غير منصوص على حكمه بامر اخر منصوص على حكمه للاشتراك بينهما فى علة حكمه** [11] یعنی علت حکم میں مشارکت کی وجہ سے امر غیر منصوص کا حکم امر منصوص کے مطابق بیان کیا جائے۔ مذکورہ بالا تعریف کی جامعیت اور وسعت کو مد نظر رکھتے ہوئے قرآن کریم کے مندرجہ ذیل آیات کریمہ کی روشنی میں غیر منصوص مسائل اس پر متفرع ہوسکتے ہیں :يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ [12] اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور پاسے (یہ سب) ناپاک کام اعمال شیطان سے ہیں۔ سو ان سے بچتے رہنا تاکہ نجات پاؤ۔ مذکورہ آیات کریمہ میں شراب کی حرمت کا تذکرہ آیا ہے اور اس کا علت سکر ہے اب ہم غیر منصوصی احکام کی طرف آتے ہیں جہاں بھی جس مشروب میں بھی یہ علت پائی جائے وہ بھی اسی حکم میں ہے اور اس کا حکم حرام ہونا ہے قرآن کریم کی ایک دوسری آیات کریمہ سے بھی اسی طرز کا مسئلہ دوسرے غیر منصوص احکام پر متفرع ہوسکتے ہیں :**يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ** [13] مومنو! جب جمعہ کے دن نماز کے لئے اذان دی جائے تو خدا کی یاد (یعنی نماز) کے لئے جلدی کرو اور (خرید و فروخت ترک کردو۔ اگر تم سمجھو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ اس آیت کریمہ میں جب بھی اذان ہو جائے تو بیع و شرء کا مکروہ ہونا ثابت ہو گیا اور علت اس کی یہ ہے کہ جمعہ کے آذان کے بعد چونکہ اس بات کا خدشہ رہتا ہے کہ آدمی کے تجارت یا کاروبار میں مشغول رہنے کی وجہ سے نماز جمعہ فوت ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے اور اس کی علت اشتغال عن الصلاۃ ہے اب علت مذکورہ کو سامنے رکھتے ہوئے نماز جمعہ کے آذان کے بعد کے باقی دیگر احکام پر بھی اس کا اطلاق ہوا مثلاً آذن جمعہ کے بعد کسی مزدور کو بھی کام میں نہ لگایا جائے بلکہ انہیں جمعے کی اہمیت کے پیش نظر کام نماز کے اختتام تک نہ لگایا جائے رہن کے معاملات

طے کرنا، عدالتوں میں زیر التوا مقدمات کی سماعت فوری بند کرنا، تدریسی وغیر تدریسی اداروں کو نماز کے اختتام تک بند کرنا یہ سارے کا اشتراک فی العلۃ کی وجہ سے مکروہ ہے حالانکہ یہاں نص مذکورہ بالا معاملات کے بارے میں وارد نہیں ہے۔ مذکورہ بالا تعریف کی جامعیت اور وسعت کو مد نظر رکھتے ہوئے احادیث کریمہ کے حوالے سے بھی غیر منصوص مسائل اس پر متفرع ہو سکتے ہیں حدیث شریف میں آتا ہے: **لَا یَرِثُ الْقَاتِل** [14] یعنی وراثت کو جلد حاصل کرنے کے ارادہ سے کوئی وارث اگر اپنے مورث کو قتل کردے تو انہیں وراثت نہیں دی جائے گی۔ مثلاً کسی بیٹے نے اپنے والد صاحب کو جو کہ نہایت خستہ حال اور بیمار تھا اس لئے قتل کیا کہ قتل کرنے کے بعد میں اس کے ترکہ کا مستحق بن جاؤں اور اس کے ترکے پر بحیثیت وارث قابض ہو جاؤں تو ایسے وارث کے لئے نبی کریم ﷺ کا حکم ہے کہ وہ اسی ترکے کا مستحق نہیں اور اسے اس سے محروم ہونا پڑے گا بنی کریم ﷺ کے اس مبارک حکم کا بنیادی علت **استعجال قبل الوقت** ہے لہذا یہی **استعجال قبل الوقت** جس میں بھی پائی جائے گی سزا کے طور پر صاحب حق کو میراث سے محروم کیا جائے گا مثلاً خالد نے وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد میرا مکان بکر کو دیا جائے اب کافی عرصہ گزر گیا کہ خالد نے مرنے کا نام بھی نہیں لیا بکر نے **استعجال قبل الوقت** کے طور پر موصی یعنی خالد کا گلہ گھونٹ دیا اب شریعت کا حکم یہ ہے کہ بکر کو یہ گھر نہیں ملے گا کیونکہ اس میں بھی علت استعجال کی خاصیت پائی جاتی ہے اور یہی مسئلہ ہم وارث والے مسئلے پر قیاس کرکے بکر کو خالد کی وصیت کردہ جائیداد سے بطور سزا محروم کردیا جائے گا

حجیت قیاس کے بارے میں قرآن مجید کے مختلف آیات کریمہ سے استدلال

امام ابو بکر الجصاصؒ حجیت قیاس کے بارے میں مندرجہ ذیل آیات کریمہ سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں یہ (حکم) اس شخص کے لئے ہے جو پوری مدت تک دودھ پلوانا چاہے اور دودھ پلانے والی ماؤں کا کھانا اور کپڑا دستور کے مطابق باپ کے ذمے ہوگا کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دی جاتی (تو یاد رکھو کہ) نہ تو ماں کو اس کے بچے کے سبب نقصان پہنچایا جائے اور نہ باپ کو اس کی اولاد کی وجہ سے نقصان پہنچایا جائے اور اسی طرح (نان نفقہ) بچے کے وارث کے ذمے ہے اور اگر دونوں (یعنی ماں باپ) آپس کی رضامندی اور صلاح سے بچے کا دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر کچھ گناہ نہیں اور اگر تم اپنی اولاد کو دودھ پلوانا چاہو تو تم پر کچھ گناہ نہیں بشرطیکہ تم دودھ پلانے والیوں کو دستور کے مطابق ان کا حق جو تم نے دینا کیا تھا دے دو اور خدا سے ڈرتے رہو اور جان رکھو جو کچھ تم کرتے ہو خدا اس کو دیکھ رہا ہے [15] یہاں امام ابو بکر الجصاصؒ لکھتے ہیں: **فَدَلَّتْ هَذِهِ الْآيَةُ عَلَى جَوَازِ الِاجْتِهَادِ مِنْ وَجْهَيْنِ: أَحَدُهُمَا: قَوْله تَعَالَى: {وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ} [البقرة: 233] وَالْمَعْرُوفُ إنَّمَا يُوصَلُ إلَيْهِ بِغَالِبِ (الظَّنِّ) وَالرَّأْيِ، إذْ لَيْسَ لَهُ مِقْدَارٌ مَعْلُومٌ مِنْ نَصِّ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَإِجْمَاعِ الْأُمَّةِ، وَإِنَّمَا هِيَ عَلَى قَدْرِ الْحَالِ وَمَا يَحْتَاجُ إلَيْهِ الْمُرْضَعُ وَالْمُرْضِعَةُ. وَالْوَجْهُ الْآخَرُ: قَوْله تَعَالَى: {فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا} [البقرة: 233] وَلَيْسَ لِمَا يَقَعُ التَّرَاضِي عَلَيْهِ حَدٌّ مَعْلُومٌ عَلَى حَسَبِ مَا يَغْلِبُ فِي الظَّنِّ، لِأَنَّهُ عَلَّقَهُ بِالْمُشَاوَرَةِ، وَالْمُشَاوَرَةُ لَا تَقَعُ فِي شَيْءٍ فِيهِ تَوْقِيفٌ أَوْ اتِّفَاقٌ، أَوْ دَلِيلٌ قَائِمٌ، وَإِنَّمَا هُوَ اسْتِخْرَاجُ رَأْيٍ عَلَى غَالِبِ الظَّنِّ.**[16] قرآن مجید کی ایک دوسری آیت کریمہ سے قیاس کی حجیت ثابت کرتا ہے: **لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ** [17] اور اگر تم عورتوں کو ان کے پاس جانے یا ان کا مہر مقرر کرنے سے پہلے طلاق دے دو تو تم پر کچھ گناہ نہیں ہاں ان کو دستور کے مطابق کچھ خرچ ضرور دو (یعنی)

مقدور والا اپنے مقدور کے مطابق دے۔ ان آیات کریمہ میں شوہر کو حکم ہے کہ مطلقہ بیوی کو مہر کے علاوہ ایک جوڑا بھی دے لیکن یہاں اس آیت کریمہ میں کوئی تعین نہیں کی گئی تو اب مسئلہ مذکورہ شوہر کی رائے، دستور اور اس کے غالب ظن پر چھوڑا گیا ہے **وَلَا سَبِيلَ إِلَى الْوُقُوفِ عَلَى مِقْدَارِ هَذِهِ الْمُتْعَةِ إِلَّا مِنْ طَرِيقِ الِاجْتِهَادِ وَغَالِبِ الظَّنِّ. (لِاخْتِلَافِ أَحْوَالِ النَّاسِ فِي الْيَسَارِ وَالْإِعْسَارِ**[18] قرآن کریم میں ایک جگہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: **لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِنْ نَجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا**[19] ان لوگوں کی بہت سی مشاورتیں اچھی نہیں ہاں (اس شخص کی مشاورت اچھی ہو سکتی ہے) جو خیرات یا نیک بات یا لوگوں میں صلح کرنے کو کہے اور جو ایسے کام خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کرے گا تو ہم اس کو بڑا ثواب دیں گے۔ مذکورہ آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے صدقہ، حسنِ سلوک اور لوگوں کے اصلاح احوال کا باقاعدہ حکم دیا گیا ہے لہذا ان امور کے بارے میں جو بھی مشورے ہوں گے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ اور اجرِ عظیم کا موجب ہے اب ظاہری بات ہے کہ اس قسم کے امور کا تعلق بھی تفقدِ حالات اور عقل وفہم سے کام سے کام لے کر رائے دینے سے ہے۔ قیاس کی حجیت کے بارے میں ایک اور آیت کریمہ سے بھی استدلال کیا جاتا ہے: **وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً**[20] اور اگر تم کو اس بات کا خوف ہو کہ یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے تو ان کے سوا جو عورتیں تم کو پسند ہوں دو دو یا تین تین یا چار چار ان سے نکاح کر لو۔ اگر اس بات کا اندیشہ ہو کہ (سب عورتوں سے) یکساں سلوک نہ کر سکو گے تو ایک عورت (کافی ہے): **وَابْتَلُوا الْيَتَامَى حَتَّى إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَإِنْ آنَسْتُمْ مِنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ**[21] اور یتیموں کو بالغ ہونے تک کام کاج میں مصروف رکھو۔ پھر (بالغ ہونے پر) اگر ان میں عقل کی پختگی دیکھو تو ان کا مال ان کے حوالے کر دو۔ **وَاللَّاتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيرًا**[22] اور جن عورتوں کی نسبت تمہیں معلوم ہو کہ سرکشی اور (بدخوئی) کرنے لگی ہیں تو (پہلے) ان کو (زبانی) سمجھاؤ (اگر نہ سمجھیں تو) پھر ان کے ساتھ سونا ترک کر دو۔ اگر اس پر بھی باز نہ آئیں تو پھر زد وکوب کرو اور اگر فرمانبردار ہو جائیں تو پھر ان کو ایذا دینے کا کوئی بہانہ مت ڈھونڈو بیشک خدا سب سے اعلیٰ (اور) جلیل القدر ہے۔ مذکورہ آیات کریمہ میں کئی احکام بیان کئے گئے ہیں نیز تفقدِ حالات کے بعد مناسب انداز میں فیصلہ کرنے کی جانب انسان کو متوجہ کیا گیا ہے تعدد ازواج اس شرط کے ساتھ اجازت دی گئی ہیں کہ انسان کو چار بیویوں کے ساتھ انصاف کے تقاضوں کو مدنظر رکھ زندگی گزارنی چاہئے اور پھر مشروط اجازت ہے یہ بات شوہر کی صوابدید پر چھوڑ دی گئی ہے کہ وہ ان چاروں بیویوں کے ساتھ کس طرح زندگی گزارتا ہے کہ ان میں کسی بیوی کو بھی شکایت نہ ہوں یتیموں کے بارے میں ان کے اولیاء کو یہ ہدایات دی گئی ہے کہ کہ جب وہ بلوغت کو پہنچ جائے تو اسی دوران ان کے تمام اموال انہیں سپرد کیا جائے ان شرط کے ساتھ کہ اگر ان میں عقل وفہم اور فراست موجود ہوں نیز ان کا انحصار ان کے ادراک پر ہے کہ گاہے بگاہے وہ (اولیاء) ان کا جائزہ لیتے رہے بیوی کی نافرمانی یا ان کے ساتھ ان کے شوہر کی بدسلوکی کا فیصلہ انسانی عقل اور رائے سے ہی کیا جائے گا تفقدِ حالات کے تناظر میں ثالثان کے ذمے ہیں کہ وہ ان میاں، بیوی کے درمیان صلح کرا دیں یا خود ہی اپنے معاملات کو سلجھالیں: **فَمَنِ اعْتَدَى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَى عَلَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ**[23] پس اگر کوئی تم پر زیادتی کرے تو جیسی زیادتی وہ تم پر کرے ویسی ہی تم اس پر کرو۔ اور

خدا سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ خدا ڈرنے والوں کے ساتھ ہے۔**وَالَّذِينَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا**[24]اور وہ کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ بے جا اڑاتے ہیں اور نہ تنگی کے کام میں لاتے ہیں بلکہ اعتدال کے ساتھ نہ ضرورت سے زیادہ نہ کم۔**فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا**[25]اور اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو تو اگر خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں خدا اور اسکے رسول کے حکم کی طرف رجوع کرو اور یہ بہت اچھی بات ہے اور اس کا مآل بھی اچھا ہے۔مذکورہ تمام ایت کریمہ میں یہ بات قدر مشترک ہے کہ بعض امور انسان کی رائے اور غالب ظن پر چھوڑے گئے ہیں مثلاً کوئی بندہ اپ کے ساتھ کوئی برائی کرے تو اس کے بقدر تم ان کو سزا دے سکتے ہو لیکن پھر بھی سزا کی مقدار اور ان کا تعین انسان کے ظن اور رائے پر چھوڑ دیا گیا ہے اسی طرح دوسری ایت کریمہ میں انسان رشتہ داروں،غریبوں اور مسافروں پر خرچ کرنے کا حکم ہے اس شرط کے ساتھ کہ ان میں اسراف نہ ہو جس کا اندازہ انسان خود ہی اپنی حیثیت کے مطابق لگا سکتا ہے تیسری ایت کریمہ میں مسلمانوں کو حکومت اور اقتدار دینے کا وعدہ کیا گیا ہے تو اس صورت میں مسلمانوں کو اپنے لئے ایک بہترین حکمران منتخب کرنا ہو گا اب ظاہری بات ہے کہ یہ کام مسلمانوں پر منحصر ہے کہ وہ اپنے مستقبل کے لئے کونسا لیڈر شپ مقرر کرتا ہے۔**فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ**[26] تو اے بصیرت کی آنکھیں رکھنے والو عبرت پکڑو۔حجیت قیاس کو ثابت کرنے کے لئے یہ ایک بہترین ایت کریمہ ہے یہاں اعتبار کا مطلب ہے کسی چیز،نہر یا دریا کو پار کیا۔لغوی اعتبار سے "اعتبار" اعتبر کا مصدر ہے اس کا معنی ہے کئی امو اور اشیاء میں غور و فکر کرنا تا کہ اس کی جنس کی دوسری چیزیں معلوم کی جا سکیں اور ایک چیز کو دوسری سے الگ کیا جا سکے[27] محمد علی سراج اعتبار کے بارے میں لکھتے ہیں **اي العاقل من اعتبر بما لحق غيره**[28] یہاں اعتبار سے وعظ بغیرہ مراد ہے یعنی عاقل آدمی وہ ہے جس نے دوسرے آدمی کے ذریعے وعظ کیا علامہ صدر الشریعہ عبید اللہ بن مسعودؒ(م747ھ)اعتبار کے بارے میں فرماتے ہیں "اعتبار کے بنیادی مفہوم دو ہیں نصیحت حاصل کرنا اور قیاس کرنا پہلا مفہوم ایت کے الفاظ سے مکمل ظاہر ہے جبکہ دوسرا مفہوم الفاظ سے اشارۃً نکلتا ہے جسے دلالۃ النص کہتے ہیں اس آیت سے اللہ تعالیٰ کا منشاء یہ ہے کہ ہمیں نہ صرف پچھلی اقوام کے کے بارے میں معلومات حاصل کرنی چاہئے بلکہ ہمیں ان کے عروج و زوال کے بنیادی اسباب بھی معلوم کرنی چاہئے۔[29] امام شافعیؒ کا قیاس کے حجیت کے بارے میں ایک حدیث سے استدلال حضرت عمر بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا "**عن عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ فَأَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ، وَإِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ فَأَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ**[30]جب کوئی حاکم کسی بھی مسئلہ کے بارے میں کوئی فیصلہ دے اور اجتہاد سے کام لے اگر اس کا فیصلہ درست ہوا تو دوگنا اجر ملے گا اور اگر اجتہادی غلطی ہو جائیں تو پھر بھی ان کو ایک اجر ملے گا۔مذکورہ حدیث شریف کی وضاحت کے سلسلے میں امام شافعیؒ کا قول ہے کہ مجتہد پر جو بھی چیز فرض ہوتی ہے ان کا کام حکم شرعی کا معلوم کرنا ہوتا ہے ان کا نتیجہ کبھی صحیح اور کبھی غلط ہو سکتا ہے مجتہد پر کوشش کرنا فرض ہے البتہ حق تک پہنچنا فرض نہیں ان کی نظر میں اگر حق تک پہنچنا ضروری ہوتا تو غلطی کی صورت میں وہ ایک اجر کا مستحق نہ ہوتا بلکہ منطقی طور پر وہ سزا کا مستحق ہوتا نماز کے لئے کعبے کی سمت کا تلاش کرنا فرض ہے نہ کہ صحیح سمت کعبہ معلوم کرنا فرض ہے یعنی اجتہادی امور میں انسان کو کوشش کرنا فرض ہے اور تہہ تک یعنی حق تک پہنچنا فرض نہیں۔امام ابو بکر الجصاصؒ اس حوالے سے قیاس کی اہمیت کو مزید اجاگر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:**وَقَدْ رُوِيَ عَنْ النَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فِي إبَاحَةِ**

الْمُعَالَجَةِ وَاسْتِعْمَالِ الطِّبِّ وَالْأَدْوِيَةِ أَخْبَارٌ كَثِيرَةٌ، وَطَرِيقُ ذَلِكَ كُلِّهِ (الِاجْتِهَادُ وَالرَّأْيُ) فَهَذِهِ الْأَخْبَارُ عَلَى اخْتِلَافِ مُتُونِهَا وَطُرُقِهَا تُوجِبُ التَّوْقِيفَ مِنَ النَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فِي إِبَاحَةِ الِاجْتِهَادِ فِي أَحْكَامِ الْحَوَادِثِ وَهِيَ وَإِنْ كَانَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهَا وَارِدًا مِنْ طَرِيقِ رِوَايَاتِ الْأَفْرَادِ، وَإِنَّهَا فِي حَيِّزِ التَّوَاتُرِ مِنْ حَيْثُ يَمْتَنِعُ فِي الْعَادَةِ أَنْ يَكُونَ جَمِيعُهَا كَذِبًا، أَوْ غَلَطًا، أَوْ وَهْمًا [31] یہاں علاج و معالجے کے بارے میں نبی کریم ﷺ سے کئی احادیث کریمہ مروی ہیں اگر چہ ان احادیث کریمہ کے متون اور اسانید میں محدثین کے اختلاف پایا جاتا ہیں لیکن پھر بھی ان سے ہمیں یہ بات معلوم ہو جاتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے نت نئے مسائل کے بارے تحقیق اور اجتہاد کی مکمل اجازت دی ہے ان حوالے سے ہر روایت اگر چہ فی نفسہ خبر واحد ہے لیکن من حیث المجموع یہ متواتر ہیں اور عادتاً بھی یہ ناممکنات میں سے ہیں کہ تمام احادیث کریمہ من گھڑت اور جھوٹے ہو۔ نبی کریم ﷺ نے جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تو ارشاد فر یا:أن رسولَ الله -صلَّى الله عليه وسلم- لما أراد أن يَبعَثَ معاذاً إلى اليمن، قال: "كيف تَقضِي إذا عَرَضَ لكَ قَضاء؟ " قال: أقضي بكتابِ الله، قال: "فإن لم تَجِدْ في كتاب الله؟ " قال: فبسُنةِ رسولِ الله - صلَّى الله عليه وسلم -، قال: "فإن لم تجد في سُنة رسولِ الله - صلَّى الله عليه وسلم - ولا في كتابِ الله؟ قال: أجتَهِدُ رأيِ ولا آلُو، فضربَ رسولُ الله - صلَّى الله عليه وسلم - صَدْرَهُ وقال: الحمدُ لله الذي وَفَّق رسولَ رسولِ الله لما يَرضَى رسولُ الله"[32] مذکورہ حدیث شریف سے واضح ہوتا ہے کہ یہ بات نبی کریم ﷺ کو بخوبی معلوم تھی کہ انسانی معاشرہ ابھی ترقی پذیر ہے زمانے کے امتداد کے ساتھ نئے مسائل بھی سر اٹھانا شروع کرے گے تو اب نئے مسائل کو قرآن وسنت کے مطابق حل کرنا امت کا فریضہ ہو گا دین اسلام جامد نہیں بلکہ یہ ایک عالمگیر دین ہے قیامت تک کے انسانوں کے لئے مشعل راہ ہے یہاں اپ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے انداز و فکر کو خوب سراہا اور یہ تصور بھی دیا کہ نسل انسانی کے روزمرہ ضروریات کے لئے اجتہاد وقت کی ایک ناگزیر ضرورت ہے آپ ﷺ نے عملی طور پر بھی قیاس ایک لائحہ عمل کے طور پیش کیا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، أَنَّ امْرَأَةً مِنْ جُهَيْنَةَ، جَاءَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: إِنَّ أُمِّي نَذَرَتْ أَنْ تَحُجَّ فَلَمْ تَحُجَّ حَتَّى مَاتَتْ، أَفَأَحُجُّ عَنْهَا؟ قَالَ: «نَعَمْ حُجِّي عَنْهَا، أَرَأَيْتِ لَوْ كَانَ عَلَى أُمِّكِ دَيْنٌ أَكُنْتِ قَاضِيَةً؟ اقْضُوا اللَّهَ فَاللَّهُ أَحَقُّ بِالوَفَاءِ [33] حضرت عبد اللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کے خدمت پیش ہو کر عرض کیا کہ میری والدہ یہ نظر مان چکی تھی کہ وہ حج کرے گی لیکن وہ حج نہ کر سکی اور وفات پا گئی کیا میں ان کی طرف سے حج ادا کر سکتی ہوں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہا تو اس کی طرف سے حج کر سکتی ہے البتہ ایک بات بتاؤ کہ اگر تیری والدہ پر قرض ہوتا تو کیا تو ان کی طرف سے ادا کرتی یا نہیں تو پھر اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اس کا قرض ادا کیا جائے (یعنی نذر پوری کی جائے)۔ یہاں حدیث میں علت میں یکسانیت کی وجہ سے آپ ﷺ نے حج منذور کو قرض پر قیاس فرما کر عملاً ایک لائحہ عمل پیش کیا۔عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ: هَشِشْتُ فَقَبَّلْتُ وَأَنَا صَائِمٌ، فَجِئْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: إِنِّي صَنَعْتُ الْيَوْمَ أَمْرًا عَظِيمًا: قَبَّلْتُ وَأَنَا صَائِمٌ. قَالَ: «أَرَأَيْتَ لَوْ مَضْمَضْتَ مِنَ الْمَاءِ؟» قُلْتُ: إِذًا لَا يَضُرُّ، قَالَ: «فَفِيمَ؟ [34] عمر رضی اللہ عنہ نے ایک بار روزے کی حالت میں اپنی بیوی کا بوسہ لیا تو اس نے آپ ﷺ پوچھ لیا کہ مجھے آج ایک بہت بڑی امر پیش آئی ہے میں نے اپنی بیوی کا بوسہ لیا حالانکہ میں روزہ دار تھا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ روزے کی حالت

میں اگر تو مضمضہ کر لے تو کیا اس میں کوئی خرج ہے میں (حضرت عمر) نے ارشاد فرمایا نہیں آپ ﷺ نے فرمایا اسی طرح بوسہ لینے میں بھی کوئی خرج نہیں۔ نَحْوُ مَا رُوِيَ «عَنْ النَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فِي الْهِرَّةِ إنَّهَا لَيْسَتْ بِنَجَسٍ، إنَّهَا مِنْ الطَّوَّافِينَ عَلَيْكُمْ وَالطَّوَّافَاتِ، وَإِنَّهَا مِنْ سَاكِنِي الْبُيُوتِ» . وَاعْتَبَرَ أَصْحَابُنَا هَذَا الْمَعْنَى فِي نَظَائِرِهِ مِنْ الْفَأْرَةِ، وَالْحَيَّةِ، وَنَحْوِهِمَا، مِمَّا لَا يُسْتَطَاعُ الِامْتِنَاعُ مِنْ سُؤْرِهِ؛ لِأَنَّ قَوْلَهُ: مِنْ الطَّوَّافِينَ عَلَيْكُمْ، [35] نبی کریم ﷺ نے بلی کے جوٹھے کو نجس قرار نہیں دیا کیونکہ یہ کثرت سے گھروں میں آتے رہتے ہیں کیونکہ یہ گھروں میں ہی رہتے ہیں اور ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ انہیں چوہے، سانپ یا اس جیسی دوسری جانور جیسے گھروں سے منع کرنا ناممکن ہو، پر قیاس کیا ہے۔ علامہ سرخسیؒ فرماتے ہیں کہ علت میں اشتراک کی وجہ سے ایک واقعے سے متعلق کا حکم دوسرے پر بھی ہو سکتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ جس مسئلے کے حوالے سے کوئی نص یا حکم موجود نہ اس حوالے قیاس سے مسائل کا استنباط و استخراج ہو سکتا ہے۔

قیاس کے بارے میں اکابر صحابہ کرام کے دور میں کئے گئے کام کا علمی جائزہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے: **وَيُعْرَفُ الْحَقُّ بِالْمُقَايَسَةِ عِنْدَ ذَوِي الْأَلْبَابِ**»[36] حضرت علی بن ابی طالب سے روایت ہے کہ حق کو پہچانا جاتا ہے اہل عقل والوں کے نزدیک قیاس کے ذریعے یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول اس بات کو تقویت پہنچاتی ہے کہ قیاس کے ذریعے اہل فکر و نظر اور صاحبان علم ہی مسائل کا استخراج و استنباط کر سکتے ہیں اپنی عقل اور بساط کے مطابق اہل علم نے نہ جانے کتنے لاکھوں کی تعداد میں مسائل کا استخراج و استنباط کیا اور امت کے لئے پیش کر کے ان پر بے پناہ احسان کیا۔ یہاں یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ حضرت صحابہ کرام نے آپ ﷺ جیسی مقدس ہستی ہی کی موجودگی میں یہ کام سر انجام دیا ہو گا اور ان کے ہدایت کے بغیر صحابہ کرام کا ایک قدم بھی اٹھانا جوئے شیر لانا تھا اگر آپ ﷺ ممانعت کرتے تو شائد کہ وہ اجتہادی امور سے کافی دور جاتے اور دوسری بات یہ صحابہ کرام کا نقطہ نظر قیاس کے بارے میں خود متفق علیہ ہے ان میں کبھی شائبہ تک نہ رہا قرن اول سے قرن ثالث تک ان سے انحراف کی اجازت نہیں علامہ ابو بکر الجصاصؒ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خط کے حوالے سے مندرجہ ذیل عبارت نقل کی ہے اور وہ اس بارے یہ استدلال پیش کرتے ہیں کہ قیاس کا استعمال اسلام کے زیریں دور اور ابتدائے افرینش سے ہی شروع ہو گیا تھا مذکورہ خط میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابو موسی رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ " **وَقَالَ عُمَرُ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - فِي رِسَالَتِهِ الْمَشْهُورَةِ إلَى أَبِي مُوسَى: وَقِسْ الْأَمْرَ عِنْدَ ذَلِكَ، وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ: (لَقَدْ أَتَى عَلَيْنَا زَمَانٌ وَلَسْنَا نَقْضِي، وَلَسْنَا هُنَاكَ، فَمَنْ عَرَضَ لَهُ قَضَاءٌ، فَلْيَقْضِ بِمَا فِي كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي كِتَابِ اللَّهِ، فَبِسُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي سُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فَلْيَجْتَهِدْ رَأْيَهُ) وَلَوْ لَمْ يَكُنْ الِاجْتِهَادُ فِي إدْرَاكِ أَحْكَامِ الْحَوَادِثِ عِنْدَهُمْ سَائِغًا، لَأَنْكَرَهُ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ، وَلَمَا جَازَ مِنْهُمْ وُقُوعُ التَّوَاطُؤِ عَلَى تَرْكِ النَّكِيرِ عَلَى الْقَائِلِ بِهِ، وَكَانَ لَا أَقَلَّ أَنْ يَكُونَ بَيْنَهُمْ فِيهِ خِلَافٌ، فَيَقُولَ بِهِ بَعْضُهُمْ، وَيَنْفِيَهُ بَعْضُهُمْ، كَسَائِرِ مَا اخْتَلَفُوا مِمَّا طَرِيقُهُ الِاجْتِهَادُ، وَإِنْ لَمْ يَظْهَرْ مِنْهُمْ نَكِيرٌ عَلَى الْقَائِلِ بِهِ فَلَمَّا تَوَافَقُوا كُلُّهُمْ عَلَى تَجْوِيزِهِ - إمَّا رَجُلٌ قَدْ يَسْتَعْمِلُهُ وَأَخْبَرَ عَنْ نَفْسِهِ بِهِ، وَإِمَّا رَجُلٌ لَمْ يُنْكِرْهُ، إذْ لَمْ يُحْفَظْ عَنْهُ قَوْلٌ فِي الْمَسَائِلِ - ثَبَتَ بِذَلِكَ إجْمَاعُهُمْ عَلَيْهِ.**" [37] یہاں بھی صورت حال کچھ یوں ہے کہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابی موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ

کو ارشاد فرماتے ہیں کہ کہ مسئلہ کو قرآن وحدیث یا اجماع امت میں نہ ہونے کے بعد تمہیں قیاس سے مسائل کے بارے میں استخراج واستنباط کرنی چاہئے یعنی مذکورہ تینوں ماٰخذ سے آخذ شدہ اقوال وآثار کی روشنی میں قیاس سے مسائل کی استنباط کرنی چاہئے :**وَمِنْ ذَلِكَ أَنَّ الصَّحَابَةَ قَدَّمُوا الصِّدِّيقَ فِي الْخِلَافَةِ وَقَالُوا: رَضِيَهُ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - لِدِينِنَا، أَفَلَا نَرْضَاهُ لِدُنْيَانَا؟ فَقَاسُوا الْإِمَامَةَ الْكُبْرَى عَلَى إِمَامَةِ الصَّلَاةِ**.[38]**واحتجاج الصّحابة على خلافة أبي بكر بقياسها على الصّلاة في قولهم ارتضاه رسول الله صلّى الله عليه وسلّم لديننا أفلا نرضاه لدنيانا دليل على أنّ الوصيّة لم تقع**.[39]نبی کریم ﷺ کے وفات کے بعد جب صحابہ کرام ثقیفہ بنو ساعدہ میں جمع ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا نام تجویز کرتے ہوئے ارشاد فرمایا اور اپنی قول کو قیاس کے پیمانے پر ناپتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ حضرت بو بکر وہ شخصیت ہیں جن پر نبی کریم ﷺ نے اپنے حیات طیبہ میں دینی امور میں مکمل اعتماد کرکے قیادت انہیں سپرد فرمائی لہذا ہمیں چاہئے کہ ہم دنیاوی امور میں بھی قیادت انہیں سپرد فرمائیں یہ ایک مضبوط استدلال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پیش کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے بھی مذکورہ استدلال میں مضمر حقیقت کو بھانپ لیا کہ رسول کریم ﷺ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو منصب امامت انہیں تفویض فرمارہے تھے تو ان میں امت کے لئے یہ اشارہ تھا کہ خلافت کے لئے بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اہل ہیں جس پر آپ ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں مکمل اعتماد کا اظہار کیا تھا:**كَتَبَ عُمَرُ إِلَى شُرَيْحٍ: إِذَا أَتَاكَ أَمْرٌ فِي كِتَابِ اللهِ، فَاقْضِ بِهِ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي كِتَابِ اللهِ وَكَانَ فِي سُنَّةِ رَسُوْلِ اللهِ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- فَاقْضِ بِهِ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهِمَا، فَاقْضِ بِمَا قَضَى بِهِ أَئِمَّةُ الْهُدَى، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ، فَأَنْتَ بِالْخِيَارِ، إِنْ شِئْتَ تَجْتَهِدُ رَأْيَكَ، وَإِنْ شِئْتَ تُؤَامِرُنِي**،[40]یہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت شریح کو لکھا کہ کتاب اللہ میں کوئی چیز اگر تمہیں ظاہر ہو تو اس کے بارے میں کسی سے کوئی سوال تک نہ کرنا اگر نہ ملے تو سنت نبوی کی جانب رجوع کرنا اور اگر پھر بھی نہ ملے تو پھر قیاس میں مکمل دلجوئی کے ساتھ پوری کوشش صرف کرنا**وَأَجْمَعُوا فِي زَمَنِ عُمَرَ عَلَى حَدِّ شَارِبِ الْخَمْرِ ثَمَانِينَ بِالِاجْتِهَادِ، حَتَّى قَالَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِنَّهُ إِذَا شَرِبَ سَكِرَ وَإِذَا سَكِرَ هَذَى وَإِذَا هَذَى افْتَرَى، فَأَرَى أَنْ يُقَامَ عَلَيْهِ حَدُّ الْمُفْتَرِينَ، وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ: هَذَا حَدٌّ وَأَقَلُّ الْحُدُودِ ثَمَانُونَ**.[41]**وَمِمَّا عَلِمْنَا وُقُوعَهُ عَنْ اجْتِهَادٍ: حَدُّ الْخَمْرِ ثَمَانِينَ، وَذَلِكَ أَنَّ عُمَرَ شَاوَرَ الصَّحَابَةَ فِي حَدِّ الْخَمْرِ فَقَالَ عَلِيٌّ: " إِذَا شَرِبَ سَكِرَ، وَإِذَا سَكِرَ هَذَى، وَإِذَا هَذَى افْتَرَى، وَحَدُّ الْفِرْيَةِ ثَمَانُونَ "**[42]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اجتہادی آراء میں قیاس کے حوالے سے کافی امثال موجود ہیں مثلاً اپ ﷺ نے شراب نوشی کی سزا تجویز کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اس کی سزا بالکل قذف کے برابر ہونی چاہئے کیونکہ جب کوئی انسان نشہ کرتا ہے تو وہ نشے کی حالت میں نہایت قبیح حرکتیں کرنے لگتا ہے اور ایک پاکیزہ انسان پر بھی بکواسیں کرنا چھوڑ دیتا ہے اور تہمتیں لگانا شروع کر دیتا ہے شریعتِ مطہرہ نے حد قذف کی سزا80 کوڑے مقرر کی ہے لہذا شراب نوشی کو بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حد قذف پر قیاس کرکے اس کی سزا80 کوڑے کی تجویز پیش کی جس کے بار میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے تجویز سے اتفاق کرتے ہوئے منظور کر لیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا وہ واحد شخصیت ہے جس نے نبی کریم ﷺ کے صحبت میں کافی وقت گزارا ہے اور انہیں آپ ﷺ سے بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملا اللہ تعالیٰ نے انہیں بے پناہ ذہنی صلاحیتیں دیئے ان کے فقہی آراء میں قیاس کے بارے سینکڑوں کی تعداد میں مثالیں دیکھنے کو ملے گے مثلاً حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول تھا کہ کوئی انسان اگر مردے کو

غسل دے تو ان پر بھی غسل کرنا لازم آتا ہے اسی طرح اگر کوئی کسی مردے کے چارپائی کو سہارا دے تو ان پر وضو لازم ہوتا ہے جب مذکورہ قول حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا کے دربار میں پہنچی تو ارشاد فرمایا کہ کیا مسلمان مردہ بھی ناپاک ہو سکتا ہے اور اگر کوئی کسی بھی لکڑی کو سہارا دیتا ہے تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے چونکہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دونوں باتیں قیاس کے خلاف تھیں لہذا حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا نے دونوں کو رد کیا **روى أبو هريرة أنه عليه الصلاة والسلام قال إن الميت على من غسله الغسل وعلى من حمله الوضوء فبلغ ذلك عائشة رضي الله عنها فقالت أنجاس موتاكم** [43]

فقہاء کے دور میں قیاس پر کئے گئے کام کا علمی جائزہ

دوسری اور تیسری صدی ہجری کے فقہاء کرام نے قیاس کے بارے میں انتہائی عرق ریزی اور علمی انداز میں آگے بڑھانے کی کوشش کی قیاس کی حدود متعین کئے قیاس کے مختلف تعریفات کی روشنی زبردست پیشرفت دیکھنے کو ملی قیاس کے مفہوم اور اسالیب میں نت نئے ایجادات منظر عام پر آگئے قیاس کو باقاعدہ ایک اسلوب کے طور پر تقریباً تمام فقہی مکاتب فکر نے قبول کیا ہے۔ یہاں پر قیاس کے موضوع پر علامہ فخر الاسلام بزدوی نے کافی کام کیا مثلاً قیاس کی تشریح اور توضیح اور اس کے شرائط و ارکان قیاس کا حکم اور ان اہل اعلم کے ہاں ان کا مقام شمس الائمہ سرخسیؒ نے منکرین قیاس کے بارے میں نہایت مدلل اور جامع گفتگو کی ہے انہوں نے قیاس کو عقلی اور نقلی انداز میں پیش کر کے بتایا ہے کہ مشترکہ علت کی بناء پر نص میں موجود حکم اصلی کا حکم اس کے فرع پر لگایا جا سکتا ہے اس کے بعد انہوں نے احکام و مسائل کا استخراج و استنباط حضرات صحابہ کرام، تابعین کرام اور ان کے بعد کے تبع تابعین کے اقوال و فرامودات کی روشنی میں نہایت مدلل اور مفصل انداز میں پیش کیا ہے۔ امام مالکؒ نے بھی قیاس کو درپیش مسائل کے بارے میں ان سے بطور استدلال کے پیش فرمایا ہے ان کے کتابوں **المؤطاء** اور **المدونہ الکبریٰ** میں انہوں نے قیاس کے بارے میں نہایت مدلل اور مفصل انداز میں گفتگو کی ہے علامہ ابو الولید سلیمان الباجیؒ امام مالکؒ کا فقہ منضبط کرنے والے عالم دین ہے جن کا شمار متقدمین میں ہوتا ہے انہوں نے قیاس پر نہایت مدلل انداز میں سیر حاصل گفتگو کی ہے اور مالکی فقہ میں قیاس کو ایک بہترین اصول کے طور پر پیش کر کے فروعی مسائل میں ان کا اطلاق کیا ہے۔ فقہ حنبلی میں اصول فقہ کو علمی انداز میں پیش کر کے علامہ ابن قدامہؒ نے بھی فروعی مسائل میں قیاس کو ایک بہترین علاج قرار دیا انہوں "**روضۃ الناظر وجنۃ المناظر**" جیسی دقیق اور اصول فقہ پر مبنی شاہکار کتاب مرتب کی انہوں اس کتاب میں قیاس کے بارے میں بہترین ریسرچ کی اور ایک اہم اسلوب کے طور پر قیاس کو قبول کیا علامہ ابن قدامہؒ (م620ھ) کے بعد ابن تیمیہؒ (م728ھ) اور علامہ ابن القیم الجوزی (م 751ھ) نے فقہ حنبلی کے نشر و اشاعت میں نمایاں کام سرانجام دیا۔ علامہ محمد بن عبد الکریم الشہرستانیؒ المتوفیٰ (547ھ) اس حوالے لکھتے ہیں **أن الحوادث والوقائع في العبادات والتصرفات: مما لا يقبل الحصر والعد؛ ونعلم قطعاً أيضاً أنه لم يرد في كل حادثة نص، ولا يتصور ذلك أيضاً؛ والنصوص إذا كانت متناهية، والوقائع غير متناهية؛ وما لا يتناهى لا يضبطه ما يتناهى، علم قطعاً أن الاجتهاد والقياس واجب الاعتبار؛ حتى يكون بصدد كل حادثة اجتهاد.**[44] شک حوادث و وقائع معاملات و عبادات لامحدود ہیں اور تم یہ بات یقینی طور پر جانتے ہوں کہ ہر صورت حال کے بارے میں کوئی نص و قواعد نہیں اور ایسا گمان بھی نہیں کیا جا سکتا ہے اب صورت حال یہ کہ نصوص تو متناہی ہیں اور وقائع لامتناہی، ظاہر ہے کہ کوئی متناہی چیز لامتناہی کا احاطہ نہیں کر سکتی لہذا اب یہ بات یقینی ہوگئی کہ قیاس اور اجتہاد واجب الاعتبار ہی تسلیم کرنا پڑے گا کہ ہر نئ صورت حال کے لئے اجتہاد کی

ضرورت پیش آئی۔ علامہ ابو الحسن کرخیؒ نے قیاس کے بارے میں اپنے نقطہ نظر کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ اصول فقہ میں احکام کے بنیادی طور پر دو اقسام ہیں ایک وہ احکام جن کا تعلق منصوصات سے ہو اصول فقہ میں انہیں اصولی احکام کہتے ہیں اور دوسرے وہ احکام جن کا تعلق مجتہد کی کوشش پر مبنی ہو مجتہد اپنی کوشش اور رائے کے مطابق اس میں مسائل کا استخراج واستنباط کرتے ہیں ان کا تعلق حوادث سے ہیں منصوصی احکام محدود ہیں جبکہ نئے آنے والے واقعات لامحدود ہیں اس لئے ضروری ہوا کہ اجتہاد اور قیاس وقت کی ایک ناگزیر ضرورت ہیں قیاس کے لئے استنباط احکام کے تین طریقے ہو سکتے ہیں یعنی مجتہد اپنے اندازو فکر کے مطابق اجتہاد کرے ہیں دوسری یہ کہ وہ کسی بھی سند یا اصل کی طرف رجوع کئے بغیر اجتہاد یا قیاس سے اپنی وغم یا گمان سے کام لے تیسری بات یہ کہ وہ اپنی کوشش کے مطابق احکام منصوص کی علت معلوم کر کے ان میں قیاس سے کام لے علماء اصول نے مذکورہ دو طریقوں کو مکمل مسترد کیا ہیں جبکہ تیسری طریقہ کے قائل بن گئے۔[45]

وہ مسائل جہاں قیاس کے بارے میں کافی تحقیق ہوئی اور نتیجتاً قیاس کو فوقیت دی گئی

اگر خالد نے مثلاً زید کی زمین غصب کر لی زمین کسی وجہ سے تباہ ہو گئی تو استحسان کا تقاضا یہ ہے کہ غاصب پر ضمان ہو گا یہی مذہب امام محمدؒ کا ہے جبکہ یہی مذہب امام ابو یوسفؒ کا پہلا قول بھی ہے لیکن قیاس کے موقف میں وزن کے باعث امام ابو یوسفؒ نے دوسرا قول جاری کیا کہ زمین کی غصب کی صورت میں غاصب پر ضمان نہیں یہی قول امام ابو حنیفہؒ کا بھی ہے اور فقہاء نے اسی پر فتویٰ بھی دیا ہے اور اسے راجح قرار دیا ہے۔[46] پڑوسی کسے کہتے ہیں اس حوالے سے ایک نقطہ نظر استحسان کا ہے اور ایک نقطہ نظر قیاس کا ہے استحسان کی رو سے پڑوسی کا اطلاق ان تمام اہل محلہ پر کیا جاتا ہے جو کہ محلہ کے مسجد میں آجاتا ہے یعنی جو لوگ ایک ہی مسجد میں نماز ادا کریں اور اکھٹے ہو جائیں وہ اپس میں اکھٹے پڑوسی ہوں گے تو اسی بناء پر حضرات صاحبین کا قول ہے کہ اگر ایک شخص نے پڑوسیوں کے لئے وصیت کی تو سب محلے والے اس میں شریک ہوگے جب کہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ پڑوسی کا اطلاق صرف ان شخص پر کیا جاتا ہے جن کا گھر وصیت کرنے والے شخص کے گھر کے ساتھ ملا ہوا ہو لہٰذا مذکورہ وصیت کا مستحق ہی صرف وہی ہو گا جن کا گھر ان کے ساتھ ملا ہوا ہو یہی قول مفتیٰ بہ ہے اور ان پر ہی فتویٰ ہے اور امام ابو حنیفہؒ نے اس پر ہی فتویٰ دیا ہے :(جاره من لصق به) وقالا: من يسكن في محلته ويجمعهم مسجد المحلة وهو استحسان:[47]وَالصَّحِيحُ قَوْلُ الْإِمَامِ كَمَا أَفَادَهُ فِي الدُّرِّ الْمُنْتَقَى وَصَرَّحَ بِهِ الْعَلَّامَةُ قَاسِم وَهُوَ الْقِيَاسُ كَمَا فِي الْهِدَايَةِ فَهُوَ مِمَّا رُجِّحَ فِيهِ الْقِيَاسُ عَلَى الِاسْتِحْسَانِ.[48] اگر کسی شخص کا مکان بالکل آبادی کے وسط میں واقع ہو اور وہ اسے دوبارہ تعمیر کرنا چاہتا ہے اور اسے مکمل توڑنا ضروری ہو تو اس صورت میں استحسان کا تقاضا یہ ہے کہ اسے نہیں توڑا جائے کیونکہ بنی بنائی چیز کو توڑنا جائز نہیں البتہ انہیں فروخت کر سکتا ہے لیکن قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ مکان ان کی ذاتی ملکیت ہے لہٰذا جب چاہے جس وقت جی چاہے وہ اسے توڑ سکتا ہے اور نیا بھی بنا سکتا ہے اور امام ابو حنیفہؒ نے اسی قیاس کو اختیار کر کے ان پر فتویٰ دیا ہے:وَلَوْ كَانَتْ لَهُ دَارٌ فِي مَحَلَّةٍ عَامِرَةٍ فَأَرَادَ أَنْ يُخَرِّبَهَا فَالْقِيَاسُ أَنَّ لَهُ ذَلِكَ وَأَفْتَى الْكَرْخِيُّ بِالْمَنْعِ اسْتِحْسَانًا وَقَالَ الصَّدْرُ الشَّهِيدُ الْفَتْوَى الْيَوْمَ عَلَى الْقِيَاسِ [49] اگر کوئی بندہ اپنے بیوی کے ساتھ مباشرت فاحشہ کرے برہنہ حالت میں تو استحسان کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے وضو کرے خواہ انسان سے مذی نہ بھی نکلے حضرات شیخین نے اسی بات کے بارے میں فتویٰ دیا ہے کہ اس پر وضو کرنا لازم ہے لیکن یہاں قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ ان پر وضو کرنا لازم نہیں جب تک ان سے مذی نہ نکلے امام محمدؒ نے اسے اختیار کیا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔(وَمِنْهَا الْمُبَاشَرَةُ الْفَاحِشَةُ) إِذَا بَاشَرَ امْرَأَتَهُ

مُبَاشَرَةً فَاحِشَةً بِتَجَرُّدٍ وَانْتِشَارٍ وَمُلَاقَاةِ الْفَرْجِ بِالْفَرْجِ فَفِيهِ الْوُضُوءُ فِي قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ - رَحِمَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى - اسْتِحْسَانًا وَقَالَ مُحَمَّدٌ - رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى -: لَا وُضُوءَ عَلَيْهِ وَهُوَ الْقِيَاسُ. كَذَا فِي الْمُحِيطِ وَفِي النِّصَابِ هُوَ الصَّحِيحُ وَفِي الْيَنَابِيعِ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى.[50] اگر کوئی مستامن (مدعا علیہ) نے دارالاسلام میں اپنا مقدمہ لڑنے کے لئے ایک دوسرے مستامن کو اپنے لئے وکیل بنایا پھر موکل واپس دارالحرب چلا گیا اور اس کا وکیل دارالاسلام میں رہ گیا یہاں استحسان کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی وکالت باقی رہتی ہے لیکن یہاں قیاس کا انداز وفکر نرالا اور نہایت مضبوط ہے ان کے ہاں موکل کے دارالحرب جانے کی صورت میں یہاں وکیل خود بخود معزول ہو جاتا ہے کیونکہ مقدمے کا فائدہ اسی وقت ہوتا ہے جب قاضی صاحب اصل ملزم (موکل) کے خلاف فیصلہ کرنے کی قدرت رکھتا ہو اور اب مذکورہ مسئلہ میں چونکہ اصل ملزم موکل موجود نہیں لہذا قاضی صاحب فیصلہ کرنے میں بھی اختیار نہیں رکھتا اس لئے یہاں وکالت کو بے کار قرار دیا جائے گا قیاس کی دلیل مضبوط ہونے کی بناء پر اس مسئلہ میں بھی مفتٰی بہ ہے اور علماء نے یہاں قیاس کو ترجیح دی: وَإِذَا وَكَّلَ الْمُسْتَأْمَنُ مُسْتَأْمَنًا بِخُصُومَةٍ ثُمَّ لَحِقَ الْمُوَكِّلُ بِالدَّارِ وَبَقِيَ الْوَكِيلُ يُخَاصِمُ فَإِنْ كَانَ الْوَكِيلُ هُوَ الَّذِي يَدَّعِي لِلْحَرْبِيِّ الْحَقَّ قُبِلَتْ الْخُصُومَةُ فِيهِ لِمَا بَيَّنَّا، وَإِنْ كَانَ الْحَرْبِيُّ هُوَ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ فَفِي الِاسْتِحْسَانِ كَذَلِكَ اعْتِبَارًا لِأَحَدِ الْجَانِبَيْنِ بِالْآخَرِ وَتَحْقِيقًا لِلتَّسْوِيَةِ بَيْنَ الْخَصْمَيْنِ، وَفِي الْقِيَاسِ تَنْقَطِعُ الْوَكَالَةُ حِينَ يَلْحَقُ بِالدَّارِ وَبِالْقِيَاسِ نَأْخُذُ لِأَنَّ الْمَقْصُودَ مِنْ الْخُصُومَةِ الْقَضَاءُ وَإِنَّمَا تَوَجَّهَ الْقَاضِي لِلْقَضَاءِ عَلَى الْمُوَكِّلِ دُونَ الْوَكِيلِ (أَلَا تَرَى) أَنَّ فِيمَا يُقِيمُ مِنْ الْحُجَّةِ عَلَيْهِ يُرَاعِي دَيْنَ الْمُوَكِّلِ دُونَ الْوَكِيلِ،[51] اگر چار آدمیوں نے ایک شخص کے خلاف زنا کی گواہی دی اور دو آدمیوں نے اس شخص کے محصن (شادی شدہ) ہونے کی گواہی دی اس کے بعد قاضی صاحب نے اس بندے کے خلاف حد رجم جاری کیا اور گواہی کو قبول کیا اور سنگساری کی کاروائی قاضی صاحب کی نگرانی میں شروع ہو گئی مگر تاحال یہ بندہ مرا نہیں تھا کہ وہ گواہ جو ان پر شادی شدہ ہونے کی گواہی دے چکے تھے اپنی گواہی سے اس بناء پر رجوع کیا کہ یہ بندہ غلام تھا تو اب سوال یہ ہے کہ اس بندے (مشہود علیہ) پر اب حد زنا جاری ہو گی یا نہیں استحسان کا تقاضا یہ ہے کہ چونکہ اب اشتباہ پیدا ہو گیا لہذا اس بندے پر سے حد زنا اٹھالی جائے جب کہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اب اسی بندے پر چونکہ چار گواہوں نے باقاعدہ گواہی دی ہے لہذا اب اس پر حد زنا کی سزا ضرور جاری ہو گی یہی مذہب حضرات صاحبین رحمہم اللہ کا بھی ہے اور علماء نے اسی پر ہی فتویٰ دیا ہے جو کہ مستند ہے۔ أَرْبَعَةٌ شَهِدُوا عَلَى رَجُلٍ بِالزِّنَا، وَشَهِدَ شَاهِدَانِ عَلَيْهِ بِالْإِحْصَانِ فَأَجَازَ الْقَاضِي شَهَادَتَهُمْ وَأَمَرَ بِرَجْمِهِ ثُمَّ رَجَعُوا جَمِيعًا عَنْ شَهَادَتِهِمْ، فَإِنَّ شُهُودَ الزِّنَا يَضْمَنُونَ الدِّيَةَ وَيُحَدُّونَ حَدَّ الْقَذْفِ عِنْدَ عُلَمَائِنَا الثَّلَاثَةِ، وَلَا ضَمَانَ عَلَى شُهُودِ الْإِحْصَانِ كَذَا فِي الْمُحِيطِ. وَلَوْ شَهِدَ أَرْبَعَةٌ عَلَى رَجُلٍ بِالزِّنَا وَلَمْ يُحْصَنْ فَجَلَدَهُ الْإِمَامُ وَجَرَحَتْهُ السِّيَاطُ ثُمَّ رَجَعُوا عَنْ الشَّهَادَةِ، فَعِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ - رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى - لَيْسَ عَلَيْهِمْ أَرْشُ الْجِرَاحَةِ خِلَافًا لَهُمَا، وَلَوْ لَمْ تَجْرَحْهُ السِّيَاطُ فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِمْ بِالِاتِّفَاقِ، وَعَلَى هَذَا حَدُّ الْقَذْفِ وَحَدُّ الْخَمْرِ وَالتَّعْزِيرُ كَذَا فِي الْمَبْسُوطِ.[52] اگر کسی بندے نے ایک کنواں کھودا اور یہ ایک عام راستے میں تھا پھر اچانک اسی کنویں میں تین آدمی ایک دوسرے پر گرے ہوئے پائے گئے اور سارے کے سارے مردے تھے یہاں بھی دو امور قابل توجہ ہیں ایک قیاس اور دوسرا استحسان قیاس کی رو سے پہلے شخص کی دیت کنویں کھدنے والے کی عاقلہ پر، دوسرے کی دیت پہلے گرنے والے کے عاقلہ پر اور

تیسرے کی دیت دوسرے شخص کے عاقلہ پر ہو گی اب وجہ یہ ہے کہ چونکہ یہ تینوں ایک دوسرے پر گرنے کی وجہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گرتے ہوئے گرنے کے باعث یہ ایک دوسرے کو پکڑے ہوئے تھے جس سے یہ حادثہ پیش آیا امام محمدؒ کا مذکورہ قیاس ایک مستحسن قیاس ہے۔[53] اگر کوئی بندہ کسی بھی کام کی غرض سے اپنی گھر سے سفر شرعی کے ارادہ سے نکلے اور وہ روزہ دار ہو پھر سفر سے واپس آکر درمیان میں روزہ توڑدے تو اس پر صرف قضا لازم ہے یا کفارہ بھی ہو گا استحسان کا تقاضا یہ ہے کہ چونکہ اب یہ بندہ مسافر شرعی ہو گیا تھالہذا ان پر اب روزہ توڑ دینے کی وجہ سے ان پر کفارہ نہ ہو گا قیاس کا مئوقف یہ ہے کہ ان پر کفارہ لازم ہوا کیونکہ سفر کے درمیان میں جب انہوں نے ارادہ بدلا اور اپنے گھر آ گیا تو وہ مقیم کے حکم میں ہو گیا مسافر نہیں رہا اب علماء امت اسی قیاس پر فتویٰ بھی دیا ہے اور علامہ شامیؒ اور علامہ حمویؒ نے اسی مسئلہ کو قیاس کے ترجیحی مسائل کے فہرست میں شمار کیا:**يُقَدَّمُ هُنَا الْقِيَاسُ عَلَى الِاسْتِحْسَانِ (قَوْلُهُ فَإِنَّهُ يُكَفِّرُ) أَيْ قِيَاسًا لِأَنَّهُ مُقِيمٌ عِنْدَ الْأَكْلِ حَيْثُ رَفَضَ سَفَرَهُ بِالْعَوْدِ إِلَى مَنْزِلِهِ وَبِالْقِيَاسِ نَأْخُذُ اهـ خَانِيَةٌ فَتُزَادُ هَذِهِ عَلَى الْمَسَائِلِ الَّتِي قَدَّمَ فِيهَا الْقِيَاسَ عَلَى الِاسْتِحْسَانِ حَمَوِيٌّ**[54] اگر کسی شخص نے غیر کی باندی سے نکاح کیا اور وقت گزرنے کے ساتھ ان سے ایک بیٹا بھی پیدا ہوا پھر یہ شخص کسی بھی معتوہ (ناسمجھ) بیٹے کی نیت سے اسے اس باندی کو خریدنا چاہتا ہے تو یہاں استحسان کا تقاضا یہ ہے کہ یہ باندی بالکل بیٹے کی سمجھی جائے اور وہ اس شخص کی ام ولد نہ بنے لیکن یہاں قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ باندی کو باپ کی ملکیت قرار دے کر اسے ام ولد تسلیم کرلیا جائے اور باپ کے مرنے کے بعد وہ آزاد ہو جائے اسی قیاسی حکم پر فتویٰ بھی دیا گیا ہے۔**ومنها رجل له ابن من أمة غيره بالنكاح فاشترى الأب هذه الأمة لابنه المعتوه القياس أن يقع الشراء للأب ولا يقع للمعتوه وفي الاستحسان يقع وبالقياس أخذ**[55] اسلامی نظام حیات میں جو احکام و رواج مصلحت پر مبنی ہو ان میں حالات کے تبدیلی کے ساتھ ان میں بھی تبدیلی ہو جاتی ہے اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جن میں قیاس کے بارے میں تغیر پذیر ہونے میں بڑی برکت ہے اسی تغیر پذیری ہی سے اسلامی قانون میں وہ لچک پیدا ہوتی ہے جس سے وہ زمانے کے بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ ساز گاری پیدا کرتا ہے اس لئے ہمیں چاہئے کہ ہم قیاس کے بارے میں تسلیم کرے کہ ہمارے فقہ میں جو مسائل ہیں جو کہ ہمارے عرف اور رواج پر مبنی ہیں ہم قیاس کے پیمانے پر ناپنے کی بجائے انہیں صورتوں میں اپنانے کی کوشش نہ کریں بلکہ حالات اور تغیر کے لحاظ سے چاہئے کہ ان میں مناسب انداز میں تبدیلیاں کی جائیں۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک بار چور کی ہاتھ کاٹنے کی بجائے چوری کے مال دوگنی ادا کرنے کا حکم دیا مثلاً خاطب بن ابی بلتعہ کے غلاموں نے قبیلہ مزنیہ کے ایک شخص کے چند اونٹ چرالئے ان غلاموں کو جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دربار میں پیش کئے گئے تو انہوں نے اقرار کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کثیر بن الصلت کو ان غلاموں کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا جب جلاد ان غلاموں کے ہاتھ کاٹنے کے لئے گیا تو آپ نے غلاموں کو واپس بلایا اور ارشاد فرمایا:**أما واللّٰه لولا أني أعلم أنكم تستعملونهم وتجيعونهم حتى إن أحدهم لو أكل ما حرَّم اللّٰه عليه حَلَّ له لقطعت أيديهم، وأيم اللّٰه إذ لم أفعل لأُغَرمنَّك غرامة تُوجِعُكَ، ثم قال: يَا مُزَني بكم أريدت منك ناقتك؟ قال: بأربع مئة، قال عمر: اذهب فأعْطه ثماني مئة**[56] خدا کی قسم اگر مجھے یہ معلوم نہ ہوتا کہ تم لوگ غلاموں سے بہت زیادہ کام لیتے ہوں اور انہیں بھوکا رکھتے ہو یہاں تک کہ اگر کوئی حرام چیز کھالے تو یہ ان کے لئے حلال ہو جاتی ہے تو میں یقیناً ان کا ہاتھ کاٹ دیتا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مزنی کو ارشاد فرمایا کہ اونٹنی کی قیمت کتنی ہو گی انہوں جواب دیا کی چار سو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان غلاموں

کے آقا حاطب کو آٹھ سو درہم ادا کرنے کا حکم دیا۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے اس حوالے سے پوچھا گیا کہ اگر لوگ بھوک سے دوچار ہو اور کوئی بندہ مجبوری کے تحت چوری کرے تو کیا آپ بھی اس کے لئے قطع ید کا حکم دے گے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ **قال السعدي: سألت أحمد بن حنبل عن هذا الحديث فقال: العَذْقُ: النخلة، وعام سنة: المجاعة، فقلت لأحمد: تقول به؟ فقال: إي لعمري، قلت: إن سَرَق في مجاعة لا تقطعه؟ فقال: لا، إذا حملته الحاجة على ذلك والناسُ في مجاعة وشدة.**[57] کہ جب لوگ پر ایسی حالت آجائیں کہ حاجت انہیں مجبور کرے لوگ بھوک و افلاس کی شدت سے گزر رہے ہوں تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ مذکورہ واقعات صرف سرسری نظر سے گزر جانے کی نہیں بلکہ ان میں نہایت عمیق نظری کی ضرورت ہیں تاکہ ان کی تہہ تک ہم پہنچ کر کوئی فیصلہ کر سکے اسی طرح فقہ کے تصریحات میں اور بھی کئی واقعات موجود ہیں جن میں مختلف اسباب کے پیش نظر اس پر حد سرقہ نافذ نہیں کیا گیا ان حوالہ جات کی روشنی میں ہمیں یہ بات ضمناً سمجھ میں آجاتی ہیں کہ حد سرقہ کو اپنی محل میں برقرار رکھتے ہوئے سیاست شرعیہ کے تحت نئے قوانین وضع کرنے کی ضرورت ہیں جو کہ وہی قوانین شریعت کے روح کے موافق ہوں۔ **لَا يضيق كل التَّضْيِيق على الآخرين الَّذين يأْتونَ بعد، وَيبقى عَلَيْهِم فِي الْجُمْلَة،**[58] دوسرے لوگ جو بعد میں آئیں ان پر زیادہ تنگی نہ کی جائیں اور یہ احکام فی الجملہ باقی رہے گے۔ چونکہ حدود کا محلِ خاص اور ان کے ثبوت کا ایک معیار مقرر ہے لہذا ان کا دائرہ کار بھی محدود ہی ہو گا اور ان میں زیادہ تنگی کی صورت نہیں پائی جائے گی فی الجملہ کا مطلب ہے کہ انہیں اپنی محل میں محدود رکھتے ہوئے ان کے دائرہ کار میں وسعت نہ رکھی جائے بلکہ اپنی مقام پر ہی رکھی جائے۔ جن بندے کو تہمت لگائی گئی ہو ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ عاقل، بالغ، مسلمان اور پاک دامن ہو اس کے خلاف اگر کوئی بات ہو گی تو اس پر حد نہ لگے گی: **فإن كان صبيًّا أو مجنونًا أو عبدًا أو كافرًا، أو ساقط العصمة بزنا حد فيه حد على قاذفه ولكن يعزر؛ لأجل الأذى ولبذاءة اللسان.**[59] اس کے تہمت لگانے والے پر حد نہ لگے گی لیکن تکلیف پہنچانے اور زبان درازی کی وجہ سے دوسری سزا دیجائے گی صرف زنا کی تہمت میں حد لگانی چاہئے وہ بھی صراحتاً ہونی چاہئے اگر کسی نے چوری وغیرہ کی تہمت لگائی تو بھی حد نہ لگے گی دوسری سزا دی جائے گی۔ **ولايحد القاذف بالكفر والسرقة ويعزّر؛ لأجل الأذى۔**[60] کفر اور چوری کی تہمت لگانے والے کو حد نہ لگائی جائے بلکہ انہیں تعزیر دیا جائے۔ اگر چار گواہ فاسق ہوں تو بھی کسی پر حد نہ لگے گی۔[61] ڈاکہ زنی کے سلسلے میں حکومت کے اختیارات کی وسعت خود آیات کریمہ میں بھی موجود ہیں اور علامہ ابن تیمیہؒ کے مندرجہ ذیل بیان سے بھی اس کی وضاحت بطورِ ثبوت ملتی ہے **لِلْإِمَامِ أَنْ يَجْتَهِدَ فِيهِمْ، فَيَقْتُلَ مَنْ رَأَى قَتْلَهُ مَصْلَحَةً، وَإِنْ كَانَ لَمْ يَقْتُلْ: مِثْلَ أَنْ يكون رئيسا مطاعاً فيهم، وَيَقْطَعَ مَنْ رَأَى قَطْعَهُ مَصْلَحَةً؛ وَإِنْ كَانَ لَمْ يَأْخُذْ الْمَالَ، مِثْلَ أَنْ يَكُونَ ذَا جَلَدٍ وَقُوَّةٍ فِي أَخْذِ الْمَالِ.**[62] حدود اور حقوق دو علیحدہ علیحدہ مطالبے ہیں دونوں کے احکام بھی مختلف ہیں حدود میں کوئی کمپرومائز نہیں یہ اللہ تعالی اور بندے کا معاملہ ہے اور حدود میں صاحب حق اور حکومت کے اختیارات بہت ہی وسیع ہیں صاحب ہدایہ لکھتے ہیں **:ويقتلون حدا حتى لو عفا الأولياء عنهم لا يلتفت إلى عفوهم " لأنه حق الشرع**[63] اگر مقتول کے اولیاء معاف بھی کردے تب بھی ڈاکو کو قتل کئے جائیں اور ان (الیاء) کی جانب کوئی توجہ نہ دی جائیں کیونکہ یہ شرع کا حق ہے۔ سیاست شرعیہ دین کا ایک جزء ہے کہ نہیں اس حوالے سے سب سے پہلے ان کی تعریف کی جانب ہم نے توجہ دینی چاہئے: **السِّيَاسَةُ مَا كَانَ فِعْلًا يَكُونُ مَعَهُ النَّاسُ أَقْرَبَ إِلَى الصَّلَاحِ، وَأَبْعَدَ عَنْ الْفَسَادِ، وَإِنْ لَمْ يَضَعْهُ الرَّسُولُ - صَلَّى اللَّهُ**

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -، وَلَا نَزَلَ بِهِ وَحْيٌ،[64] سیاست سے مراد وہ فعل ہے کہ جس سے لوگ فساد سے دور اور صلاح سے قریب تر ہو خواہ انہیں نبی کریم ﷺ نے کیا ہو یا وحی کے ذریعے ثابت نہ بھی ہو۔ ایک اور تعریف یہ کی گئی ہے کہ **القانون الموضوع لرعاية الآداب والمصالح وانتظام الأحوال.**[65] سیاست سے مراد وہ قانون ہے جو اداب اور مصالح کی رعایت اور احوال کی انتظام کے لئے وضع کیا جائے۔ اسلام سیاست عادلہ کا قائل ہے جس میں مخلوق کو احکام الٰہی پر مبنی نظام توحید کے لڑی میں پرویا جاتا ہے نیز مخلوق کو عدل واعتدال کی طرف لانے والی ہو جس میں کسی کو کوئی شک وشبہ کی ادنیٰ گنجائش بھی نہیں ہوتی: **فَلَا يُقَالُ: إنَّ السِّيَاسَةَ الْعَادِلَةَ مُخَالِفَةٌ لِمَا نَطَقَ بِهِ الشَّرْعُ، بَلْ هِيَ مُوَافِقَةٌ لِمَا جَاءَ بِهِ، بَلْ هِيَ جُزْءٌ مِنْ أَجْزَائِهِ، وَنَحْنُ نُسَمِّيهَا سِيَاسَةً تَبَعًا لِمُصْطَلَحِهِمْ، وَإِنَّمَا هِيَ عَدْلُ اللَّهِ وَرَسُولِهِ**[66] مذکورہ دلیل کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کے تحت فیصلوں کے لئے صراحتاً قرآن مجید یا احادیث کریمہ سے ثبوت ضروری ہے اور نہ ہی حضرات صحابہ کرام یا فقہاء کرام کے ساتھ ہر ہر جزء میں موافقت ضروری ہے بلکہ صرف اتنا ہی کافی ہے کہ بحیثیت مجموعی ان کے خلاف نہ ہو جیسا کہ امام شافعیؒ کا قول ہے کہ **لَا سِيَاسَةَ إِلَّا مَا وَافَقَ الشَّرْعَ**[67] لیکن یہاں موافقت کس انداز میں ہونی چاہئے **فَإِنْ أَرَدْتَ بِقَوْلِكَ: "إِلَّا مَا وَافَقَ الشَّرْعَ " أَيْ لَمْ يُخَالِفْ مَا نَطَقَ بِهِ الشَّرْعُ: فَصَحِيحٌ.وَإِنْ أَرَدْتَ: لَا سِيَاسَةَ إِلَّا مَا نَطَقَ بِهِ الشَّرْعُ: فَغَلَطٌ، وَتَغْلِيطٌ لِلصَّحَابَةِ**[68] سیاست شریعت کے موافق ہونا چاہئے اگر اس کا یہ مطلب ہے کہ **مانطق به الشرع** کے مخالف نہ ہو تو صحیح ہے اور اگر یہ مطلب ہے کہ سیاست وہی ہے جس کی شریعت نے تصریح کی ہے تو غلط ہے اور صحابہ کرام کی تغلیط ہے شریعت مطہرہ میں یہ باب کافی وسیع اور نازک انداز میں ہے اگر اس سے کام نہ لیا جائے تو بنیادی انسانی حقوق بھی اس سے ضائع ہو جاتے ہیں اور شر پر مبنی نظام کو پروان چڑھ جاتا ہے اور اگر حد سے زیادہ کام لیا جائے تو اس سے ظلم وستم کا دروازہ کھل جاتا ہے اور انسان کو خون ریزی اور غارت گری کا موقع فراہم کرتا ہے

خلاصۂ بحث

قیاس کو ایک مسلمہ حقیقت اور بارآور بنانے کے لئے یہ ایک ضروری امر ہے کہ وقت کے بدلتے ہوئے تقاضے کی روشنی میں قیاس کو استعمال میں لایا جائے جو بحیثیت مجموعی قرآن مجید، احادیث کریمہ اور اجماع امت کے خلاف نہ ہو امت کے جلیل القدر مشائخ، سکالرز اور مختلف مکاتب فکر کے لوگ اس سلسلے میں اہم کردار ادا کرسکتے ہیں معاشرے میں رائج استحصالی اور خود ساختہ نظاموں میں جو خرابیاں پائی جاتی ہیں ان کے دور کرنے میں بھی قیاس سے کام لیا جاسکتا ہے۔

References

[1]Al Zarkashi,Abu Abdullah Badruddin *"Al Bahrul Muhit fi Usool e fiqa"* 7:8 1994

[2] Aizaan ,9:7

[3]Abi Zarha ,Ahmad bin Abdul Rahim al-Iraqi *"Alhisul Ahamih sharha jamh ul jawamih"*514,2004 *darul kutab Alilmia,*

[4] Abdul Wahab ,Abu Nasar taqiuddin ,Ali bin Abdul kaffi *"Al ihaj fi Sharh e minhaj"* 3:3 *darul kutab Alilmia,*

[5] Abu Muhammad Jamalu ddin ,Abdul Rahim bin Al hasan Alshafii *"Nihaya tusool Sharah minhaj alwasool"*:303. *darul kutab Alilmia, Biroot Labnan*

[6] Al Zarkashi Abu Abdullah Badruddin*"Al Bahrul Muhit fi Usool il fiqa " ,5:16 darul kutab Alilmia,*

7 Al Shashi ,Nizamu ddin ,Abu Ali Ahmad bin Muhammad *"Usool e Shahi* "325 *darul kutab Alilmia,*
[8] Al Shafii ,Abu Abdullah Muhammad bin Adrees bin Alabaas "*Al Risaala"* .I :34 Maktabba Halabi
[9] Al abkarii AlHanblee , Abi Ali Alhassan bin Shahab bin Alhassan *:Al risaala fi Usool e fiqa* ,65 Almaktaba makia makkah
10 Al Taftazanee . Saad ddin Masood bn Umar *"Sharh Talweeh Tawzeeh"*2,104 makktaba Sabih missar
[11] Abu Muhammad Zuhra " *Usool e fiqa* 218 dar Fika Biroot Labanan
[12] *Al Maida* 5:90
[13] *Al jummah* ,9:62
[14] Abu Abdullah Ahmed bin Muhammad bin Hanbal bin Hilal bin Asad al-Shaybani "*Musnad al-Imam Ahmad bin Hanbal*" 423, Number of Hadith 345 Shuaib al-Arnaut
[15]*Al-Baqarah* 233-2
[16] Al-Jisas al-Hanafi, Ahmed bin Ali Abu Bakr al-Razi "*Al-Fusul fi al-Usool*" 25: 4, Publisher: Ministry of Endowments, Kuwait, Edition: Second, 1994.
[17] *Al-Baqarah,*236:2
[18] Al-Jisas al-Hanafi, Ahmad bin Ali Abu Bakr al-Razi *"Al-Fusul fi al-Usool"* 25:4, Publisher: Ministry of Endowments, Kuwait, Edition: Second, 1994.
[19] *Al-Nisa',* 114-4
[20] *Al-Nisa* ,3:4
[21] *Al-Nisa,*6:4
[22] *Al-Nisa,*36:4
[23] *Al-Baqarah*
[24] *Al –Firqan* 67:25
[25] ، *Al-Nisa,*59:4
[26] *Al –Hashar* 2:59
[27]Dr. Aathhan Mehmood, "*taiseer Mustalihul Hadith"* 133,
[28] Muhammad Ali Al-Saraj *"Al-Bab fi qawahid lugha wa alat Anhwa w saraf* " Vol.1:262
[29] Ubaidullah bin Masoud, Allama, Sadra of the Shari'ah "*Tawzih wa Talwih*" Volume 2:125 Al-Nasher Dar al-Kitab Al-Ulamiya Beirut, Lebanon
[30] Al-Qurashi Makki Al-Shafi'i Abu Abdullah Muhammad bin Idris bin al-Abbas bin Uthman bin Shafi' *Al-Musnad* "p. 244 Publisher: Dar Al-Kutub al-Al-Alamiya, Beirut – Lebanon
[31] Al-Jisas al-Hanafi, Ahmad bin Ali Abu Bakr al-Razi *"Al-Fusul fi al-Usool"* 46: 4,
[32] Al-Sijistani, Abu Dawud Sulaiman bin Al-Shaath bin Ishaq bin Bashir bin Shaddad bin Amr al-Azdi *"Sunan Abi Dawud"* 444:5
[33] Al-Bukhari Al-Jaafi, Muhammad Bin Ismail Abu Abdullah "*Al-Jami' Al-Musnad Sahih Al-Mukhtasar* " Number of Hadith 1852
[34] Al-Tamimi al-Sumrakandi Abu Muhammad Abdullah bin Abd al-Rahman bin Al Fazl bin Bahram "Musnad al-Darmi known as *(Sunan al-Darmi)"* hadith Number 1765
[35] Al-Jisas al-Hanafi, Ahmad bin Ali Abu Bakr al-Razi *"Al-Fusul fi al-Usool"* 122:4
[36] Al-Baghdadi, Abu Bakr Ahmad bin Ali bin Thabit *"Al-Fiqih wa al-Mutafaqah"* 476:1
[37] Al-Jisas al-Hanafi, Ahmad bin Ali Abu Bakr al-Razi *Al-Fusul fi al-Usool* ,56:4
[38] Ibn Qayyim al-Jawziyyah Muhammad bin Abi Bakr bin Ayyub bin Saad Shams *ahlam mu muqeen* " 160:1

[39] Al-Hadrami al-Ishbaili, Abd al-Rahman ibn Muhammad ibn Muhammad, Ibn Khaldun"*Tareek e Ibn Khaldun*" 265:1
[40]Al-Dhahabi, Shams al-Din Abu Abd Allah Muhammad "*Sir A'llam al-Nabila*" 101:4
[41]Al-Thalabi al-Amadi, Abu al-Hasan Syed al-Din Ali ibn Abi Ali *"I-Ihakam Fi Asul-I-Ihakam"* 265:1
[42] Al-Jisas al-Hanafi, Ahmad bin Ali Abu Bakr al-Razi *"Al-Fusul fi al-Usool"* 279 : 3 Publisher: Kuwait Ministry of Endowments
[43] Al-Razi Al-Khatib al-Ari, Abu Abdullah Muhammad bin Umar bin al-Hasan bin al-Husain al-Tymi al-Razi al-Mul-kab Fakhr al-Din *"Al-Mahsul"* 324:4
[44] Al-Shahristani, Abu al-Fath Muhammad bin Abdul Karim *"Millal al-Nahl"* 4:2
[45] Al-Jisas al-Hanafi, Ahmad bin Ali Abu Bakr al-Razi *"Al-Fusul fi al-Usool"* 279:3
[46] Qasmi, Muhammad Zafiruddin Mufti *"Kashf al-Asrar"* 222:4 Maktaba Faiz Al-Qur'an Dev Band
[47] Al-Hasakfi al-Hanafi, Muhammad bin Ali bin Muhammad al-Hisni *"Al-Dar al-Mukhtar Sharh Tanweer al-Absaar wa Jama' al-Bahar"* 740:1
[48] Al-Dumashqi al-Hanafi, Ibn Abidin, Muhammad Amin bin Umar"*Redual al-Mukhtar"*683: 6, publisher: Dar al-Fikr-Beirut.
[49]Ibn Najaim al-Masri, Zain al-Din ibn Ibrahim "*Al-Bahr al-Raiq Sharh Kinz al-Daqayq"* 32:7
[50] Al-Balkhi, Committee of Scholars headed by Nizamuddin *"Al-Fatawi Hindi*" 13:1
[51] Muhammad bin Ahmed *"Al-Mabusut"* 138 :19 Publisher: Dar Al-Marafah - Beirut
[52] Al-Balkhi, a committee of scholars headed by Nizam al-Din *"Al-Fatawi Hindi"* 554:3
[53] Qazi Khan, Abu al-Hasan Fakhruddin Hasan bin Mansoor bin Abdul Aziz al-Farghani, Shams Al-Aima al-Awz Jandi known as Qazi Khan *"Qazi Khan"* 112:4
[54] Al-Hanafi, Ibn Abidin, Muhammad Amin bin Umar bin Abd al-Aziz Abidin al-Dumashqi *" Al-Dur al-Mukhtar"* 432:2 Publisher: Dar al-Fikr-Beirut
[55] Al-Hanafi, Ahmed bin Muhammad bin Ismail al-Tahtawi - *"Hasiya al-Tahtawi on al-Muraqi al-Falah Sharh Noor al-Idah"* 492:1:l-Haqiq: Muhammad Abdul Aziz al-Khaldi Al-Nasher: Dar Al-Kutub al-Elamiya Beirut - Lebanon
[56] Al-Jawziyya, Abu Abdullah Muhammad bin Abi Bakr bin Ayyub known as Babin Qayyim ihlamul muqeen en rabul hala meen " 351: 4
[57] Also reference to above
[58] Al-Dahlawi, Ahmad bin Abd al-Rahim bin Al-Shaheed and Jahi al-Din bin Muazzam bin Mansoor, known as "Al-Shah Wali Allah Al-Dahlawi" *"Hujjatullah Al-Baghah"* 208:1
[59] Al-Mawardi, Abu Al-Hasan Ali bin Muhammad bin Muhammad "*Al-Ahkam al-Sultaniyya"* 335:1
[60] As above
[61] Al-Ansari, Abu Yusuf Yaqoob bin Ibrahim *"Al-Kharaj"* 99 :1
[62] Al-Hanbali al-Damashqi, al-Taqee al-Din Abu al-Abbas Ahmad bin Abdul Halim *"Al-siasatul Sharaia"*62 :1
[63] Abu al-Hasan Burhan al-Din, Ali bin Abi Bakr *"Al-Hidaya fi Sharh Bediya al-Mubatdi"* 375: 2
[64] Ibn Qayyim al-Jawziyya, Muhammad bin Abi Bakr bin Ayyub *"Al-Tarq al-Hakamiya"* 12:1

[65] Abd al-Wahhab Khalaf *"Al-Siyyas al-Sharaia fi al-Shaun al-Ishturiyya wal al-Khiyarah wal-Maliya"* 6 :I
[66] Ibn Qayyim al-Jawziyya, Muhammad bin Abi Bakr bin Ayyub bin Saad Shams al-Din *"Al-Tarq al-Hakamiya"* I4:I
[67] reference As above I2:I
[68] reference As above I2:I